پروفیسر اشرف حسینی

ابوریحان البیرونی

(عالمِ اسلام کا ایک مایۂ ناز سپوت)

ابتدائی حالات

علمی دنیا کا یہ آفتاب عالم تاب جسے ہم بیرونی کے نام سے یاد کرتے ہیں مضافاتِ خوارزم کے ایک قریہ میں جس کا نام بیرون تھا، ۴ ستمبر ۹۷۳ء کو جمعرات کے دن صبح کے وقت علمی افق سے طلوع ہوا۔ سن ہجری ۳۶۲ تھا اور ماہ ذوالحجہ کی ۳ تاریخ تھی۔ سید حسن برنی کی کتاب البیرونی کے حوالے کے مطابق عبدالکریم بن محمد السمعانی نے کتاب الانساب میں لکھا ہے کہ البیرونی بکسرالبا ہے یعنی بیرونی کی بے کے نیچے زیر ہے، اس قول کی تائید یاقوت حموی نے ارشاد الاریب میں، ان الفاظ میں کی ہے۔ اصل عبارت عربی میں ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

"بیرونی کے معنی فارسی زبان میں باہر کے ہیں۔ میں نے ایک فاضل سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا کہ البیرونی کا قیام خوارزم میں بہت تھوڑی دیر رہا۔ اہلِ خوارزم مسافر کو اس نام سے موسوم کرتے ہیں اور چونکہ البیرونی کی مسافرت خوارزم سے بہت طول کھینچ گئی تھی اس لیے وہ گویا بمنزلہ مسافر یا اجنبی کے ہو گیا تھا۔ میرے خیال میں اس سے مراد یہ ہے کہ البیرونی دیہات یعنی خوارزم سے باہر کا باشندہ تھا"۔[۱]

اس زمانے میں خوارزم کی ریاست پر احمد بن محمد بن عراق حکمران تھا۔ اس کا چچازاد بھائی ابونصر منصور بن علی بن عراق علمی مذاق رکھتا تھا۔ اس نے البیرونی کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔ بیرونی اپنی تصانیف میں اس حکمران کا نام بڑے احترام سے لیتا ہے اور اُسے "استاذی" کے لقب سے یاد کرتا ہے،

۱؎ معجم الادبا، مطبوعہ گب میموریل فنڈ، ص ۳۰۸

کچھ مصالح کے پیشِ نظر بیرونی ۹۹۵ھ میں جرجان پہنچا جہاں کے حکمران قابوس نے اس کی خوب عزت افزائی کی۔ یہاں اس نے اپنی مشہور تصنیف آثارالباقیہ ...اھ میں مکمل کی۔ قبل ازیں وہ آٹھ کتابیں مکمل کر چکا تھا جن کا حوالہ اس نے آثارالباقیہ میں دیا ہے۔

بعد ازاں بیرونی قابوس کے دربار میں رہا۔ قابوس عالم فاضل تو ضرور تھا لیکن بڑا سخت گیر تھا۔ اس وجہ سے لوگ اس سے خائف رہتے تھے۔ وہ اپنی فوج کے ہاتھوں اسیر ہو کر تخت سے اتارا گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا منوچہر تخت نشین ہوا۔ قابوس بحالت اسارت راہی ملک عدم ہوا۔

یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ البیرونی خوارزم کس سال واپس آیا لیکن یہ امر یقینی ہے کہ وہ علی بن مامون کے عہدِ حکومت کے آخیر سالوں میں پہنچا۔ بہرحال اس مرتبہ وہ اپنے وطن میں ۱۰۱۷ء تک رہا۔ خوارزم میں علی بن مامون کی وفات کے بعد عنانِ حکومت ابوالعباس مامون کے ہاتھ آئی۔ ابوالعباس کی علم پروری کے باعث اس کے دربار میں بیرونی بوعلی سینا ابوسہل مسیحی اور ابن خمار جیسے قابلِ ذکر علما جمع ہو گئے تھے۔ محمود نے ابوالعباس مامون کو لکھا کہ ان چار علما کو اس کے دربار میں بھیج دیا جائے لیکن ان کی روانگی سے قبل خوارزم میں انقلاب آگیا اور خوارزم بھی محمود کی عملداری میں شامل ہو گیا۔ بیرونی ۱۰۱۷ء میں محمود غزنوی کے دربار میں پہنچا۔ اس کی عمر اب ۴۵ سال تھی۔ محمود نے اس کی خوب قدر کی۔ البیرونی نے اپنے ایک قصیدے میں جو ابوالفتح بستی کی مدح میں لکھا ہے۔ محمود کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

محمود نے مجھے کسی نعمت سے محروم نہیں رکھا۔ اس نے مجھے مالامال کر دیا اور کافی کچھ دیا اور میری سخت کوشی سے اغماض کیا۔ اس نے میری جہالتوں سے درگزر کیا اور میری عزت کرنے لگا۔ اس کے مرتبہ سے میری رونق اور لباس تازہ ہو گئے۔

البیرونی کو خوارزم میں بھی اہل ہند کے حالات معلوم کرنے اور ان کی زبان سنسکرت سیکھنے کا شوق تھا۔ غزنی میں ان دنوں ہندوؤں کی ایک معقول تعداد آباد ہو گئی تھی۔ بعض لڑائی میں اسیر کر کے لائے گئے تھے۔ بعض سلطان کی فوج میں ملازم تھے اور بعض کاروبار کے سلسلہ میں غزنی میں مقیم ہو گئے تھے۔ البیرونی نے ابتدائی سنسکرت ان سے سیکھی اور زبان کی تکمیل کے لیے ہند آگیا۔

ورودِ ہند

البیرونی نے خود بیان کیا ہے کہ اس زمانے میں ہندوؤں کے علوم کے مراکز بنارس اور کاشمیر تھے لیکن یہاں مسلمانوں کی رسائی ناممکن تھی - بیرونی کو بدیں وجہ اپنی سیاحت کو صرف اضلاع پنجاب اور ملتان تک محدود رکھنا پڑا - وہ مقامات جہاں جہاں البیرونی پہنچا ان کا ذکر کتاب الہند میں مذکور ہے اور ان میں سے بیشتر مقامات کے عرض بلد کی پیمائش خود کر کے لکھی ہے - یہ مقامات غزنی، ویہند، قلعہ نندنا، کابل، دوبنور، سیالکوٹ، پشاور، جہلم، مندکور اور ملتان ہیں - بیرونی اس کے بعد لکھتا ہے کہ ہم مذکورہ بالا مواقع سے آگے نہیں گئے [۵۲]

ان مقامات میں سے اکثر کا محل وقوع دریافت ہو گیا ہے - شہر دوبنور جلال آباد کے موقع پر تھا - پرشاور، پشاور ہے - ویہند اٹک کے مقام پر تھا اور مندکور لاہور کے قریب ایک قلعہ تھا - ان سب مقامات میں سے بیشتر وہ ملتان قیام پذیر رہا - کتاب الہند کے ص ۲۲۹ کی آٹھویں اور ص ۲۰۷ کی ۱۲ ویں سطر میں ملتان کے ایک ہندو عالم درلبھ کا ذکر کیا ہے جس سے اس نے علم ہیئت سیکھا تھا -

ودیا ساگر یعنی علم کا سمندر

ہندوؤں سے علم حاصل کرنے کے سلسلے میں البیرونی نے اپنے بارے میں لکھا ہے کہ میں جب تک ان (پنڈتوں) کی زبان سے ناآشنا اور اُن کے خیالات سے قاصر تھا اس وقت تک ان منجموں کے سامنے شاگردوں کی طرح کھڑا رہا - لیکن جب میں ان کے خیالات اور زبان کو سمجھنے لگا تو میں نے ان کی مختلف مسائل میں نشان دہی کے انداز سے رہنمائی کرنی شروع کی اور قریب تھا کہ وہ مجھے ساحر کہنے لگیں اور وہ ہمیشہ اپنے اکابر کے سامنے اپنی زبان میں مجھے ودیا ساگر کہتے تھے -

البیرونی ایک کتاب "سفر الاسرار" کی تلاش میں چالیس سال سے زائد عرصہ پریشان رہا اور تب چین آیا جب یہ کتاب مل گئی -

---

[۵۲] کتاب الہند، ص ۱۰۲

صرف اس ایک واقعہ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس شمع علم کے پروانے میں کتابوں کی تلاش کی کیا کیفیت تھی۔ اس زیرک اور فرزانہ عالم کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہوا۔ یاقوت حموی کی تحریر ملاحظہ ہو:

ولا یفارق یدہ القلم وعینہ النظر وقلبہ الفکر، الا فی یوم النیروز والمھرجان من السنۃ لاعداد ما تمس الیہ الحاجۃ فی المعاش من بلغۃ الطعام وعلقۃ الریاش۔

سال بھر اس کا ہاتھ قلم کو، اس کی آنکھ نظر کو اور اس کا دل فکر کو نہیں چھوڑتے تھے سوائے نوروز اور مہرگان کے دو روز کے جب وہ اپنی ضروریات زندگی یعنی خورد و نوش کی معمولی ضروریات کا اہتمام کرتا تھا۔

علمی تشنگی

البیرونی کی علمی تشنگی عالم نزع کے وقت بھی کم نہیں ہوئی تھی۔ وفات کے وقت کا ایک حیرت انگیز واقعہ فقیہ ابوالحسن علی بن عیسٰی نے بیان کیا ہے جسے یاقوت حموی نے محمود بن محمد نیشاپوری سے لیا ہے۔ اور اس نے قاضی کثیر بن یعقوب بغدادی کی کتاب الستور سے نقل کیا ہے۔ قاضی یعقوب نے اس واقعہ کو ابوالحسن کی زبان سے سنا تھا۔

"میں ابوریحان کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کا دم اکھڑا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے اس کا سینہ گھٹ رہا تھا۔ اسی حال میں اس نے مجھ سے کہا کہ تم نے جدات فاسدہ (نانیوں) کا حساب ایک دن کس طرح بتایا تھا۔ میں نے اس سے ازراہ شفقت کہا کہ کیا اس حالت میں بتاؤں جب تم اس قدر سختی میں مبتلا ہو تو اس نے کہا ہاں اسی وقت بتایئے میں اس مسئلہ کو جاننے کے بعد دنیا کو چھوڑوں تو بہ نسبت اس کے بہتر ہوگا کہ میں اس سے جاہل دنیا سے جاؤں۔ میں نے اُسے مسئلہ بتایا۔ اس نے اُسے یاد کر کے دہرایا۔ بعد ازاں میں اس کے پاس سے باہر نکل آیا۔ ابھی راستے میں ہی تھا کہ رونے چلانے کی آواز آئی، یعنی وہ وفات پا گیا۔

البیرونی نے حصولِ علم کی خاطر ساری زندگی تجرد میں گزار کر بڑا ایثار کیا ہے، اس کی سیرچشمی کا واقعہ شہرزوری اور یاقوت حموی نے لکھا ہے اور اس روایت کو اکثر مورخین نے نقل کیا ہے کہ جب البیرونی نے

قانونِ مسعودی تصنیف کی تو سلطان مسعود نے ہاتھی پر چاندی کی اشرفیاں لاد کر بھجوائیں مگر البیرونی نے یہ رقم خزانے میں واپس کر دی۔

البیرونی کی مادری زبان تو فارسی تھی۔ اس کے علاوہ وہ عربی، عبرانی، سریانی، سندھی اور یونانی زبان جانتا تھا۔ وفات کے وقت اس کی عمر ۷۷ سال ۷ ماہ تھی۔ جمعہ کے روز ۴۴۰ھ میں ۲ رجب مطابق ۱۱ ستمبر ۱۰۴۸ء کو عشا کے بعد غزنی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ وفات غزنی میں ہوئی لیکن قبر کا نام و نشان نہیں ملتا۔

بعد از وفات تربت ما در زمین مجو　　　در سینہ ہائے مردم عارف مزار ماست

اس نے ایک سو اسی کے قریب کتابیں لکھی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق اس کی کتابیں ایک بار شتر کے برابر ہیں۔ ان کتابوں کے صفحات کی تعداد بیس ہزار سے زائد ہے۔ یہ کتابیں ریاضی، فزکس، ستارہ شناسی، نجوم، تاریخ، تمدن، جغرافیہ، علم آثار عتیقہ، مذاہب عالم، فلسفہ، ارضیات، کیمیا، اور حیاتیات وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ کئی سنسکرت سے عربی اور عربی سے سنسکرت میں ترجمہ کیں تھیں۔

البیرونی پہلا شخص ہے جس نے ہندوؤں کے پرانوں اور دیگر مذہبی کتابوں رامائن، مہابھارت، بھگوت گیتا اور منو شاستر وغیرہ کے اقتباسات کو عربی زبان میں کتاب الہند میں پیش کیا ہے۔ معجم الادبا کی جلد ششم کے ص ۳۱۲ پر لکھا ہے:

البیرونی خوش بیان، خوش باش، الفاظ میں محتاط اور افعال میں پاک باز تھا۔ دنیا میں اس جیسا علم و فہم والا کوئی شخص پیدا نہ ہوا ہوگا۔ میں اس مقالے کا خاتمہ بیرونی ہی کے ایک شعر پر کرتا ہوں:

ثم انقضت تلك السنون باهلها　　　وكانهم وكانها احلام

یہ سال اور اس زمانہ کے ہم سر لوگ اس طرح گزر گئے گویا کہ وہ خواب تھے۔